Dr. Rizwana Perween

R.N College Hajipur Vaishali

B.A Part - II (Hon)

Paper - III rd

Time - 11:15 A.M

Date - 29-08-2020

Topic :- Meer Anis ki Marsiya Nigari.

میر انیس کی مرثیہ نگاری

کسی شخص کی موت پر اس کی شان میں کہے گئے کلام کو مرثیہ کہتے ہیں اور عام طور پر حضرت امام حسینؑ اور دیگر تمام شہیدان کربلا کی شان میں کہا گیا کلام مرثیہ کہلاتا ہے۔ مرثیہ گوئی میں میر ببر علی انیس لکھنوی نے جو کمال حاصل کیا وہ آج تک کسی کو نصیب نہیں ہو سکا۔ بجا طور پر میر انیس کو مرثیہ کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔ میر انیس نے واقعات نگاری، مناظر قدرت اور جنگ کا نقشہ کھینچنے میں اپنی شاعرانہ فنکاری کا لوہا منوالیا ہے۔ میر انیس نے مرثیے کے تمام اجزائے ترکیبی کو اچھی طرح نبھایا ہے۔ میر انیس کو مرثیہ گوئی ورثے میں ملی تھی۔ مرثیہ میں آٹھ اجزائے ترکیبی ہوتے ہیں جیسے چہرہ، سراپا، رخصت، آمد، رجز، جنگ، شہادت اور بین۔ میر انیس کے مراثی میں آٹھوں اجزائے ترکیبی پائے جاتے ہیں۔

میر انیس کے کلام میں سلاست اور روانی پائی جاتی ہے۔ کلام میں حد درجہ فصاحت ہے۔ فصیح الفاظ کا استعمال میر انیس کے ہاں خوب ملتا ہے۔ مرثیہ گوئی میں میر انیس کو بڑا کمال حاصل ہے۔ تشبیہات و استعارات کا استعمال بھی انیس کے ہاں خوب ملتا ہے۔ اردو مرثیہ گوئی میں میر انیس کا مقام بہت بلند ہے ان کی فصاحت و بلاغت کا اندازہ ان اشعار سے ہوسکتا ہے۔

طاقت دکھاؤں میں جو رسالت مآب کی — رکھ دوں زمیں پہ چیر کے ڈھال آفتاب کی
کھا کھا کے اوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا — تھا موتیوں سے دامن صحرا بھرا ہوا

یوں تو نہیں کہا کہ شہ مشرقین ہوں
مولا نے سر جھکا کے کہا میں حسین ہوں

واقعات کربلا کو میر انیس نے جس انداز سے پیش کیا کسی نے اس طرح ادا نہیں کیا۔ انیس کو مرثیہ کا سرتاج کہنا مناسب ہوگا۔

میر انیس کا اصل نام میر ببر علی تھا انیس تخلص کرتے تھے۔ ان کی پیدائش ۱۸۰۱ء میں ہوئی تو فیض آباد میں لیکن پوری پرورش لکھنؤ میں والد ماجد کے زیر نگرانی ہوئی جو خود مشہور

مرثیہ نگار تھے لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ میر انیسؔ کو مرثیہ نگاری ورثے میں ملی والد کی ترجیح پر مرثیہ گوئی کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کی مہارت پیدا کر کے اس کو عروج پر پہونچا دیا لکھنؤ کی تباہی و بربادی کے بعد پٹنہ، بنارس، دکن اور الہ آباد میں رہے لیکن بعد میں دوبارہ لکھنؤ واپس آ گئے اور ۱۸۷۴ء میں یہیں ان کی وفات ہوئی۔

انیسؔ اُردو کے مشہور مرثیہ گو تھے انھوں نے اس فن کو خوب ترقی دی۔ ان کے کلام میں بیان کی صفائی، زبان کی سلاست، روزمرہ محاوروں کا استعمال اور فارسی تراکیب کی دل کشی پائی جاتی ہے۔ ان کے کلام میں فصاحت زیادہ، بلاغت کم پائی جاتی ہے، فصیح سے فصیح الفاظ اور ان کا صحیح استعمال انیسؔ کے یہاں بھرپور ملتا ہے، تشبیہات و استعارات کا استعمال بھی انیسؔ کے یہاں خوب پایا جاتا ہے۔ ان کو منظر کشی میں بھی کمال کا درجہ حاصل تھا وہ کسی سین کا منظر کی صحیح تصویر اس طرح پیش کرتے ہیں کہ دیکھنے والا محوِ حیرت ہو جاتا ہے اس لئے یہ کہیں غلط نہ ہوگا کہ انیسؔ نے فنِ مرثیہ نگاری کو عروجِ کمال پر پہونچا دیا۔ انیسؔ کے مقابلے میں دبیرؔ نے آگے بڑھنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔

میر انیسؔ کے یہاں سیرت نگاری اور جذبات نگاری دونوں کے بہترین نمونے پائے جاتے ہیں۔ انیسؔ جس طبقے کے کردار کو اپنے کلام میں پیش کرتے ہیں اس کو بالکل واضح اور عیاں کر دیتے ہیں۔ پڑھنے والا خود کو اسی ماحول اور اسی جگہ موجود محسوس کرتا ہے ان کے کلام کا انداز، رکھ رکھاؤ بعینہٖ ویسا ہی ہوتا ہے جیسا اس کردار میں ہونا چاہئے خواہ واقعہ کربلا ہو یا حضرت عباسؓ کا واقعہ یا حضرت زینبؓ کا یا حضرت علیؓ کا بازو جو حضرت عباسؓ یا بی بی شہربانوؓ کا واقعہ ہر فرد اپنی بات چیت احساسات اور ذہنی کشمکش کے بغیر پہچانا جا سکتا ہے۔

انیسؔ نے واقعہ نگاری کو جس کمال کے درجہ تک پہونچایا ہے اردو کیا فارسی میں بھی اس کی مثال ملنا مشکل ہے، انیسؔ نے حضرت عباسؓ کا واقعہ جب کہ حضرت عباسؓ نہر کے پاس پہنچے ہیں تو گھوڑا جو کئی دن کا پیاسا تھا پانی دیکھ کر بے تاب ہو گیا، لیکن حضرت عباسؓ اس کو پانی سے روکتے ہیں اس موقع پر واقعہ کی صحیح عکاسی کے لئے بہ ضروری

ہے کہ اس کش مکش کے موقع پر جو اضطراری حالات پیش آسکتے ہیں وہ دکھائے جائیں۔

چنانچہ میر انیس اس موقع پر اپنا جوہر دکھاتے ہوئے کہتے ہیں ؎

دو دن سے بے زباں پہ جو تھا آب و دانہ بند　　دریا کو ہنہنا کے لگا دیکھنے سمند
ہر بار کانپتا تھا سمٹتا تھا بند بند　　چمکارتے تھے حضرت عباس ارجمند
تڑپاتا تھا جگر کو جو شور آبشار کا
گردن پھرا کے دیکھتا تھا منہ سوار کا

انیس جذبات نگاری میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے حضرت زینب کی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں ؎

زینب نے جب کہا کہ تمہیں اس سے کیا ہے کام　　کیا دخل ہے مجھکو مالک و مختار ہیں امام
دیکھو نہ کیجیو بے ادبانہ کوئی کلام　　بگڑوں گی میں جو لوگے علم کا زباں سے نام
لو جاؤ بس کھڑے ہو الگ ہاتھ جوڑ کے
کیوں آئے ہو یہاں علی اکبر کو چھوڑ کے

میر انیس کے یہاں مناظر فطرت، مناظر قدرت کی عکاسی کی بھی اعلیٰ درجہ کی مثالیں موجود ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ وہ اس میدان میں بھی لاثانی تھے تو بے جا نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ موصوف کو انگریزی شاعر ورڈس ورتھ کہا جاتا ہے۔ مناظر قدرت کی تصویر کشی کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

ٹھنڈی ہوائیں سبزۂ صحرا کی وہ مہک　　شرمائے جس سے اطلس زنگاری فلک
وہ جھومنا درختوں کا پھولوں کی وہ مہک　　ہر برگ گل پہ قطرۂ شبنم کی وہ جھلک

یوں تو انیس ہر میدان میں اپنا لوہا منوا لیتے ہیں لیکن مرثیہ نگاری میں وہ جب اپنا جوہر دکھاتے ہیں تو وہاں پھر ان کا ساتھ دینے والا کم ہی نظر آتا ہے وہ اس میدان میں بہت ہی ممتاز اور اعلیٰ درجہ پر نظر آتے ہیں۔ میر انیس واقعہ کربلا کی یوں تصویر پیش کرتے ہیں ؎

حق کے ولی، مصاحب سردار انس و جن　　کوئی جواں، کوئی متوسط، کوئی کمسن

فاقوں میں باحواس، لڑائی میں مطمئن　　کہتے تھے روز قتل ہمیں عید کا ہے دن

مانگو دعا کہ آج یہ مرنا سعید ہو

قربان ہوں حسین پہ رن میں تو عید ہو

اس مرثیہ میں انیس حضرت حسین رض کے ساتھیوں کا ذکر کرتے ہیں ان کے ساتھیوں میں کئی طرح کے لوگ تھے۔ خدا کے دوست بھی اور رسول کی صحبت کے پروردہ بھی ان میں جوان بھی تھے اور بوڑھے بھی، شدید بھوک پیاس کے باوجود سب کے ہوش و حواس درست تھے اور جنگ کا کوئی خوف ان کے دل میں نہیں تھا ان سب کے باوجود ہر ایک کا ایک ہی نعرہ تھا کہ اگر ہم میدان جنگ میں حضرت امام حسین رض پر اپنی جانیں قربان کر دیں تو واقعی ہمارے لیے خوش قسمتی کی بات ہوگی اور یہ دن ہمارے لئے عید کا دن ہوگا۔

میر انیس اردو ادب بالخصوص مرثیے کے ممتاز شاعر تھے یہی وجہ ہے کہ ان کے انداز بیان میں ہر مرثیے کا چہرہ نیا، رزم جدا، تلوار نئی، آمد نئی، انداز نیا، اس پر کیا منحصر ہے صبح کا عالم دیکھو، رات کی رخصتی، سیاہی کا چھٹنا، نور کا ظہور، آفتاب کا طلوع وغیرہ غرض جس حالت میں سماں باندھ دیا، انیس کے فن کا کمال یہ ہے کہ جس نے واقعاتِ کربلا جیسے ہزاروں بار دہرائے ہوئے واقعہ کو حزن و ملال غم و اندوہ اور کرب کے اس دریا سے نکالا ہے جو تادم حیات خیر و شر کی اس رزم گاہ دنیا میں غم حسین کی طرح زندہ تا بندہ رہے گا۔

میر انیس نے اردو ادب کی اپنے کلام کے ذریعے بڑی خدمت کی ہے زبان کو خوب صاف کیا ان کا کلام صفائی، روز مرہ اور فصاحت کے لئے مشہور ہے۔ مرثیہ نگاری میں میر انیس کو وہ مرتبہ درجہ حاصل ہے جو کہ ان کو اس میدان کا بادشاہ کیا گیا ہے۔

عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں

پانچویں پشت ہے شبیر کی مداحی میں